بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ، أَمَّا بَعْدُ:

115. اہل سنت والجماعت بہترین اخلاق اور اچھے اعمال کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔

اور ہم بات کر رہے تھے پچھلے چند دروس میں اس کتاب کے آخری حصے کے تعلق سے اور اہل سنت والجماعت کے عملی طریقے کا بیان کر رہے تھے اور پہنچے تھے شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے اس جملے پر: "ويدعون إلى مكارم الأخلاق ومحاسن الأعمال" (اور دعوت دیتے ہیں (یعنی اہل سنت والجماعت) مکارم اخلاق کی طرف اور محاسن اعمال کی طرف)۔

یہ اُن متفرقات مسائل میں سے ہے جنہیں اہل سنت والجماعت کے علماء نے عقیدے کے مسائل میں شمار کیا ہے اور ہم بات کر رہے ہیں اہل سنت والجماعت کی پہچان کی کہ پہچان کیا ہونی چاہیے ایک شخص جب کہتا ہے کہ میں سُنی ہوں میں اہل سنت میں سے ہوں یعنی سچا اور پکا مسلمان ہوں تو چند پیاری خصلتیں اور صفات ہوتی ہیں ایسے مسلمان کی اُن میں سے چند کا ذکر شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اس کتاب کے آخر میں یا اس پیارے رسالے کے آخر میں بیان کیا ہے، فرماتے ہیں: "ويدعون إلى مكارم الأخلاق ومحاسن الأعمال"۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مکارم الاخلاق کا مطلب یہ ہے "أي: أطايبها" (یعنی سب سے اچھے)، اور لفظ کریم جو ہے ہر چیز میں سے طیب کو کہتے ہیں اُس چیز کے اعتبار سے جس میں یہ لفظ بیان کیا گیا ہے (یعنی مختلف چیزیں ہیں اس چیز میں سے جو سب سے اعلیٰ اور اچھا حصہ ہے یا اچھی چیز ہے اسے کریم کہتے ہیں) اور اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام نے جب سیدنا معاذ کو بھیجا یعنی یمن کی طرف اس حدیث کے آخر میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"وَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ" (اور خبردار ان کے جو كرائم أموال ہیں مال میں جو سب سے اچھا اور عمدہ مال ہے وہ ان سے نہ لینا)۔

یعنی زکوۃ میں مال جو لیا جاتا ہے نہ تو سب سے اچھا اور نہ ہی سب سے پست بلکہ جو درمیان میں ہے وہ مال لیا جاتا ہے۔

تو یہاں پر کرائم اموال سے کیا مراد ہے؟ یعنی مال میں جو سب سے اچھا، اعلیٰ اور عمدہ ہو۔

تو لفظ کریم جس کی جمع کرائم ہے اس کا معنی جو ہے اس حدیث میں یہ ہے جیسا کہ شیخ الاسلام نے بیان کیا ہے۔

اور ''الأخلاق'': یعنی مکارم اخلاق دو لفظ ہیں، مکارم کا معنی یہ ہے جو بیان کیا ہے، اور اخلاق جمع خلق کی ہے اور خلق انسان کی باطنی صورت ہے دوسرے لفظوں میں ہم کہتے ہیں سیرت۔

انسان کی جو سیرت ہے اس میں دو چیزیں ہوتی ہیں ایک تو انسان کا ظاہر ہوتا ہے عام طور پر انسان کا اپنا اس میں کوئی خاص کردار نہیں ہوتا اِلَّا یہ کہ صاف ستھرے کا خیال رکھنا اور بالوں کو سنوارنا اور صاف رہنا اور اس طریقے سے کپڑوں کا خیال رکھنا یہ انسان کا ظاہر ہے، انسان کی تخلیق تو اللہ تعالیٰ نے کی ہے جو شکل و صورت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے تو انسان کی پہچان صرف اس صورت سے نہیں ہوتی جسے اللہ نے بنایا ہے انسان کی اصل پہچان اس کی سیرت سے ہوتی ہے اس لیے کہتے ہیں الاخلاق۔

تو اخلاق جو ہے جمع خلق ہے اور یہ انسان کی باطنی صورت ہے یعنی ''السجايا والطبائع'' ہے: یعنی اس کی خوبصورت خصلتیں اور جو طبیعتیں ہوتی ہیں انسان کی اسے کہتے ہیں الاخلاق۔

تو اہل سنت والجماعت جو ہیں یہ دعوت دیتے ہیں لوگوں کو بلاتے ہیں کہ انسان کی جو سیرت ہے اس کا جو باطن ہے اسے بھی سب سے اچھا اور عمدہ ہونا چاہیے، جو سچا اور پکا مسلمان ہے وہ پسند کرتا ہے سخاوت کو ''الكرم والشجاعة'' (شجاعۃ کسے کہتے ہیں؟ بہادری کو) ''التحمل من الناس والصبر'' (صبر و تحمل پسند کرتا ہے) ''وأن يلاقي الناس بوجه طلق'' (جب لوگوں سے ملے تو خندہ پیشانی سے) ''وصدر منشرح'' (اور کشادہ سینے سے (سینے میں تنگی نہیں ہونی چاہیے)) ''ونفس مطمئنة'' (اور مطمئن نفس سے لوگوں کو ملے)، اور لوگوں میں اس شخص کے اس طریقے سے اچھے اخلاق ہونے چاہیے۔

یہ تمام چیزیں شیخ صاحب فرماتے ہیں مکارم اخلاق میں سے ہیں۔

یہ تو ایک حصہ ہے دوسرا: ''ومحاسن الأعمال'': محاسن اعمال جو ہیں ان کا تعلق جوارح اور جسم کے مختلف اعضاء سے ہے اور اس میں ''الأعمال التعبدية والأعمال غير التعبدية'' سب شامل ہیں۔

یعنی عبادات اور غیر عبادات اس جملے میں تمام اعمال شامل ہیں، عبادات جیسے نماز روزہ حج زکوۃ ہے ہم جانتے ہیں، اور جو غیر عبادات کی چیزیں ہیں جیسا کہ خرید و فروخت ہے، الاجارہ (کرایہ وغیرہ) یہ سارے مسائل جو ہیں یہ بنیادی طور پر دنیاوی مسائل ہیں دین ان کو ریگولیٹ (Regulate) کرتا ہے، نماز روزہ حج زکوۃ بنیادی طور پر دینی مسائل ہیں تو یہ فرق ہے۔

تو ان تمام چیزوں میں یہ تمام اعمال ہیں ان اعمال میں ایک تو خود عمل کرتے ہیں بہترین طریقے سے ان اعمال کو بجالاتے ہیں اور عمل کا بہترین طریقہ کیا ہے؟ توحید اور سنت اس کی اساس ہوتی ہے؛ یعنی اللہ تعالیٰ کے اخلاص اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع، اور جو اعمال غیر تعبدیہ ہیں ان میں بھی محاسن اعمال بہترین طریقے سے انہیں بجالاتے ہیں جیسے خرید

وفروخت کے مسائل ہیں اور دیگر مسائل ہیں تو لوگوں کو بلاتے ہیں سچ کی طرف نصیحت کی طرف تمام اعمال میں اور جھوٹ اور خیانت سے اجتناب کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور جب لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیتے ہیں تو من باب اولیٰ وہ خود بھی ان پر عمل کرنے والے ہوتے ہیں۔

تو مکارم الاخلاق اور محاسن الاعمال یہ پہچان ہے اہل سنت والجماعت کی طرف منسوب شخص کی ان میں بہت پیاری خصلتیں جن میں سے یہ دو بھی شامل ہیں، اخلاق کے اعتبار سے ایک بہترین طریقے سے اور خوبصورت انداز سے پیش آنا اور اعمال بھی اسی طریقے سے حسن وجمال کے طریقے سے اور بہترین طریقے سے بجالاتے ہیں۔

پھر شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ويعتقدون معنى قوله صلى الله عليه وسلم: أكمل المؤمنين إيمانًا أحسنهم خلقًا''(اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں اور اس بات کو مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا جو معنی ہے ''أكمل المؤمنين إيمانًا'' مومنوں میں سب سے کامل ایمان ان لوگوں کا ہے ''أحسنهم خلقًا'' جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں)۔

تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام نے ایمان کامل کو جوڑ دیا ہے حسن اخلاق کے ساتھ اور اس حدیث کو امام احمد، ترمذی اور ابوداود نے روایت کیا ہے اور علامہ البانی نے صحیح کہا ہے اس حدیث کو۔

تو کسی مسلمان کے ایمان کے کمال کا تعین اس کے حسن اخلاق سے ہوتا ہے یعنی دیکھیں نماز، روزہ، حج، زکوۃ یہ ارکان اسلام میں سے ہیں اور دین اسلام کے بنیادی حصوں میں سے ہیں لیکن جس مسلمان کی نماز اور یہ تمام عبادات اس کے اخلاق کو اچھا نہ کر سکیں تو کمی عبادات میں نہیں ہے کمی اس انسان کے اندر ہے جو یہ عبادات کر رہا ہے، اگر نمازی کی نماز نے اسے ایک اچھا مسلمان نہیں بنایا اور اچھا مسلمان سے مراد جو اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی بھی کرنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ کے بندوں اور مخلوق کے حقوق کی ادائیگی بھی کرنے والا ہو۔

نماز ہمیں بُرائی سے اور بدی سے بچاتی ہے ظلم اور زیادتی سے بچاتی ہے ایسا ہے نا؟ تو نماز بھی پڑھتے ہیں ظلم بھی کرتے ہیں زیادتی بھی کرتے ہیں، جھوٹ بھی بولتے ہیں فریب بھی کرتے ہیں سود بھی کھاتے ہیں، زناکاری بدکاری حرام خوری رشوت وغیرہ وغیرہ تو خرابی کس چیز میں ہے کمی نماز کے اندر ہے کیا نعوذ باللہ؟! ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے کہ نماز بدی اور بُرائی سے روکتی ہے۔

تو یہ مسلمان کیوں نہیں رُک رہا؟ بُرائی سے بدی سے بدکاری سے، ظلم وزیادتی سے کیوں اپنے آپ کو روک نہیں پارہا یا کیوں نہیں رُک رہا؟ اُس کے اخلاق میں اُس کے دین میں اُس کے ایمان میں کمزوری ہے، یہ چیزیں لازم اور ملزوم ہیں میرے بھائیو!

ایمان کی کمزوری آپ کے چہرے پر نظر آتی ہے (آپ کی زبان پر، آپ کی آنکھوں میں)، آپ کیسے دیکھتے ہیں کیا بولتے ہیں کیا کرتے ہیں آپ کے جسم کے مختلف اعضاء پر ایمان کی ری فلیکشن (Reflection) ہوتی ہے یہ ممکن نہیں ہے کہ ایمان کامل ہو اور اخلاق پست ہوں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا!

اس لیے مسلمان کی ایک پہچان ہے، جو ایمانیات ہیں اُن کا تعلق دل سے ہے اور جو اخلاق ہیں اُن کا تعلق جسم سے ہے، اور جب ایمان کامل ہوتا ہے تو اخلاق بھی عمدہ ہوتے ہیں حسن ہوتے ہیں بہترین ہوتے ہیں۔

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) اس حدیث کے تعلق سے: یہ حدیث جو ہے یہ ہمیشہ ہمارا نصب العین ہونا چاہیے (مومن کا نصب العین ہونا چاہیے) کہ مومنوں میں سب سے کامل ایمان اُس کا ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن خلق کیسے ہوگا؟ کہ اللہ تعالیٰ کے جو احکامات ہیں جو اُوامر ہیں انہیں قبول کرنا ہے اپنے دل سے قبول کرنا ہے خندہ پیشانی سے اور چوڑے سینے سے، انشراح الصدر کے ساتھ سر خم کر کے اسے تسلیم کرنا ہے، ملالت اور تضجُّر نہیں ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نیہ جو ہیں صبر اور راضی ہونے سے اور اس طریقے سے اُن کو لینا چاہیے یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن خلق ہے۔ یعنی جو بھی اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں جب مومن اُن احکامات پر عمل کرتا ہے تو اس کو سینے میں تنگی نہیں ہونی چاہیے، نمازیں پڑھنی ہیں فجر کی نماز ہے بھئی سینہ ذرا تنگ ہے اُٹھنا پڑتا ہے تکلیف ہوتی ہے شدید سردیوں میں وضو کرنا ٹھنڈے پانی سے کہ یہ کیا نماز ہے کیوں اس وقت فرض کی ہے اگر نماز پڑھ بھی لیتا ہے تو نماز کا کیا فائدہ ہے اسے؟!

اللہ تعالیٰ کے احکامات کو من و عن سے تسلیم کرنا ہے اور اس میں ہماری بہتری ہے ہماری نماز سے اللہ تعالیٰ کو کیا ملتا ہے اللہ تعالیٰ کی عظمت پر کیا فرق پڑتا ہے لیکن ہمیں تو فرق پڑتا ہے نا (سبحان اللہ)، اس لیے جتنے بھی احکام ہیں اُن تمام احکام کو من و عن سے تسلیم کرنا ہے اپنے سَر کو خم کر کے تسلیم کرنا ہے خندہ پیشانی سے اور انشراح الصدر (چوڑے سینے) سے دل میں کوئی تنگی محسوس نہیں ہونی چاہیے بلکہ خوشی خوشی۔

یہ مومن جب نماز پڑھتا ہے تو خوش ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز فرض کی ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے اس فریضے کو انجام دے رہا ہوں اُسی طریقے سے جیسے مجھے حکم دیا گیا ہے، اُسے پرواہ نہیں ہوتی کہ دن ہے یا رات ہے سردی ہے گرمی ہے وقت ہے نہیں ہے، وہ دنیا ساری ایک طرف کر دیتا ہے اور نماز سب سے پہلے ہے، وہ اپنی پورے دن کی جو بھی اس کی مصروفیات ہیں وہ تابع ہوتے ہیں عبادات کے، فرائض کے تابع ہوتے ہیں، اُس کی عبادات اُس کی مصروفیات کے تابع نہیں ہوتیں، نماز پڑھنی ہے تو نماز

پڑھنی ہے اُس کے لیے اُس نے جو بھی آگے کام کرنے ہیں وہ پوسٹ پونڈ (Postponed) کر دیتا ہے آگے پیچھے کر دیتا ہے نماز کے وقت میں اسے پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے میں نے اسے بجالانا ہے۔

اور جتنے اخلاص نیت کے ساتھ آپ قدم آگے بڑھاتے جائیں گے واللہ! اللہ تعالیٰ اُتنی ہے آپ کے لیے آسانیاں کرتا جائے گا اور آپ کے وہ معاملات جو آپ کے لیے مشکل تھے حل کرنا جو آپ کو نظر آرہے تھے جو حل نہیں ہونے والے واللہ! اللہ تعالیٰ ایسے آسانیاں فرمائے گا آپ سوچ بھی نہیں سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے اللہ تعالیٰ کو علم ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ہمارے جو بواطن والسّرائر ہیں ہماری آنکھوں کی خیانت بھی اللہ تعالیٰ ہم سے بہتر جانتا ہے اُس کو پتہ ہے کہ میرا یہ بندہ کیا کرنے جارہا ہے اس نے کیوں اپنی دنیا کو چھوڑا ہوا ہے، اس نے کیوں ان عبادات کو جو میں نے فرض کی ہیں اس طریقے سے، اور اس جذبے کے ساتھ اخلاص نیت اور اتباع سنت کی بنیاد پر عبادت کرنے والا ہے تو اس کو مشکل نہیں ہونی چاہیے۔

آزمائش ہوتی ہے وقتی طور پر لیکن جو مومن ہوتا ہے ان تمام آزمائشوں سے وہ نکل آتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے کامیاب کرتا ہے، توفیق اور کامیابی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ہمارے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے، ہمارے ہاتھ میں صرف ہم نے احکامات اللہ تعالیٰ کے بجالانے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ یہ تو تھا "حسن الخلق مع الله": اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن خلق کیسے کیا جاتا ہے۔

دیکھیں ہم یہ سمجھتے ہیں حسن خلق کا یہ مطلب ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ ہم نے خندہ پیشانی سے اور چہرے پر مسکراہٹ کے ساتھ ملنا ہے اور نرمی سے بات کرنی ہے اور نرم طریقے سے ہم نے پیش آنا ہے، یہ مخلوق کے ساتھ ہے خالق کے ساتھ کیا حسن اخلاق ہو سکتا ہے؟ جی! ہو سکتا ہے۔ کیسے ہوتا ہے؟ ابھی جیسے میں نے عرض کیا ہے اس طریقے سے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات اور جو بھی اللہ تعالیٰ نے مقدر میں لکھا ہے اسے بھی تسلیم کرنا ہے اور اسی میں ہمارے لیے بہتری ہے۔

اور ایک قاعدہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ جو چیز آپ چاہتے ہیں اور آپ کو نہیں ملی اسی میں آپ کی بہتری تھی کیونکہ ایک ہماری چاہت ہے ایک ہمارے ربّ کی چاہت ہے، ہماری چاہت محدود ہے لیکن جو ربّ ہمارے لیے چاہتا ہے وہ محدود نہیں ہے، ہماری سوچ محدود ہے لیکن جو اللہ تعالیٰ ہمارے لیے چاہتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے بہتری مہیا فرمائی ہے وہ محدود نہیں ہے، جب جسے چاہے بغیر حساب کے اللہ تعالیٰ رزق عطا فرماتا ہے۔

تو جو ہمارے مقدر میں نہیں ہے اسی میں ہمارے لیے بہتری ہے رونے دھونے کی ضرورت نہیں ہے کہ کاش میں ایسا کرتا تو ایسے نہ ہوتا، یہ نہ کرتا تو وہ نہ ہوتا! "لَوْ" جو ہے جیسا کہ حدیث میں ہے "تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ" شیطان کے عمل کو راستے کو کھول دیتا ہے (کاش اگر میں ایسا کرتا یا ویسا کرتا)۔

اور اگر کچھ تکلیف اللہ تعالیٰ نے لکھی ہے تو وہ پہنچ کر رہنی تھی پہنچنی تھی وہ تکلیف اور اس تکلیف میں اس بندے کا ہی فائدہ ہے گناہوں کا کفارہ ہے بلندئ درجات ہیں اور بہت ساری ایسی چیزیں ہیں جو انسان کبھی سوچ بھی نہیں سکتا، تو جب آپ صبر کرتے ہیں اس بُری تقدیر پر یا اُس شَر پر جو آپ کے لیے شَر ہے لیکن آپ کے لیے حقیقتاً شَر نہیں ہے اُس میں خیر ہے۔

بیماری ہے آپ کو بیماری میں موقع مل جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا، موقع مل جاتا ہے قرآن مجید کی تلاوت کا، موقع مل جاتا ہے کچھ علمی مسئلے کو سیکھنے کا کیونکہ تندرستی کی حالت میں آپ کو وقت نہیں ملتا مصروف ہیں آپ، تو اس بیماری میں ایک طرف تو آپ کے گناہوں کا کفارہ ہے تکلیف ہے درد ہے جو بھی ہے دوسری طرف اگر آپ کو وقت مل گیا ہے اور آپ اس فرصت میں اپنے ربّ کے مزید قریب ہوئے ہیں جو آپ کو تھوڑی فرصت ملی ہے کیونکہ دو ایسی نعمتیں ہیں جن میں اکثر لوگ دھوکے میں ہیں "الصِّحَّةُ والفَراغُ"؛ آپ کو دونوں مل گئی ہیں (سبحان اللہ)، اگر تندرستی میں یہ آپ کو وقت نہیں ملتا اب فرصت مل گئی ہے آپ کو بیماری کی حالت میں تو اس فرصت کو غنیمت سمجھیں۔

اور مومن تو ہمیشہ ہی وقت نکال لیتا ہے ہر اُس خوبی کے لیے اور ہر اُس قول و فعل کے لیے جو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے۔

مخلوق کے ساتھ جو حسن خلق ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں: کہا جاتا ہے (یعنی علماء کہتے ہیں) "هو بذل الندى، وكف الأذى، وطلاقة الوجه" ان تین چیزوں پر مشتمل ہیں:

(ا) "بذل الندى" (یعنی الکرم، سخاوت)، اور سخاوت صرف مال سے نہیں ہوتی بلکہ مال سے بھی ہوتی ہے، اَثر رسوخ سے بھی ہوتی ہے، اور اپنے نفس سے اور جان سے بھی ہوتی ہے، یہ تمام چیزیں بذل الندی میں سے ہیں سخاوت میں سے ہیں۔

آپ کسی کے کام آجاتے ہیں کسی کے ساتھ چلتے ہیں اور کسی تکلیف یا مشقت میں کوئی شخص مصیبت میں ہے آپ اس کے ساتھ جاتے ہیں فزیکلی (Physically) جاتے ہیں اپنے نفس سے جا کر اُس کی مدد کرتے ہیں یہ بھی بذل الندی میں سے ہے یہ بھی آپ کی سخاوت کی ایک علامت ہے کیونکہ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ سخاوت صرف مال و دولت سے ہوتی ہے آپ کسی کی مدد کرتے ہیں پیسہ دیتے ہیں بس یہ اس حد تک ہے۔ نہیں! اس سے بہت بڑا وسیع معنی ہے کہ آپ مال سے بھی کرتے ہیں مال نہیں ہے آپ کے پاس دوسرا راستہ ہے وہ کیا ہے؟ فزیکلی (Physically) آپ جائیں مدد کریں اُن کی۔

اور اسی طریقے سے آپ کا اَثر و رسوخ ہے آپ کی پہچان ہے لوگ آپ کی بات سنتے ہیں، آپ نے کسی مسلمان بھائی کی سفارش کر دی ہے وہ حق پر ہے اور خیر پر یہ بھی سخاوت میں سے ہے یہ بھی الکرم میں سے ہے۔ تو بذل الندى سب سے پہلے ہے۔

(۲)اور دوسرا ہے: ”وكف الأذى“: کہ اپنے آپ کو دوسرے مسلمان پر اذیت سے روک دیتے ہیں، کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے اذیت نہیں پہنچاتے (سبحان اللہ)۔

اور یہ حق ہے جو عام مسلمان ہیں اُن کے ادنی حقوق میں سے ہے کیونکہ مسلمان کی تعریف کیا کی ہے اللہ تعالی کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام نے؟ ”الْمُسْلِمُ مَن سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِن لِسانِهِ ويَدِهِ“: یہ پہچان ہے مسلمان کی اور یہ عمدہ اور پیارے اخلاق ہیں مسلمان کے کہ دوسرے مسلمان اُس کے ہاتھ اور اُس کی زبان کے شَر سے محفوظ ہیں اذیت نہیں دیتا دوسروں کو۔

یہ حسن اخلاق ہیں یہ مکارم الاخلاق ہیں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ۔

(۳)اور تیسرا: ”وطلاقة الوجه“: کہ خندہ پیشانی سے آپ نے پیش آنا ہے دوسرے مسلمان بھائیوں سے، آپ کے چہرے کی جو آپ کی رنگت ہے جو آپ کی رونق ہے اسے برقرار رکھنا ہے چہرے کی سلوٹوں میں تبدیلی نہیں ہونی چاہیے۔

بے رُخی سے بات نہیں کرنی تُرش روی سے مظاہرہ نہیں کرنا کیونکہ طلاقۃ الوجہ کے برعکس کیا ہے؟ العبوس۔

عبوس کیا ہوتا ہے؟

تُرش روی جسے کہتے ہیں اور ساتھ بے رُخی بھی کہتے ہیں، زبان پر سختی نہیں ہونی چاہیے اور آپ کے چہرے پر بھی سختی کی علامت نہیں ہونی چاہیے، مسلمان بھائی کا حق ہے کہ آپ جب اس سے پیش آئیں تو طلاقۃ الوجہ کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ نرمی کے ساتھ۔

اور پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: ”كف الأذى“: جیسے میں نے بیان کیا ہے کہ کسی کو اذیت یا نقصان یا تکلیف نہیں پہنچاتا نہ قول سے اور نہ ہی فعل سے۔

تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ويندبون إلى أن تصل من قطعك، وتعطي من حرمك، وتعفو عمن ظلمك“: پھر تین چیزیں ہیں:

(۱)اور ندب کرتے ہیں یعنی دعوت دیتے ہیں اور بلاتے ہیں اور اس معاملے کو بہتر سمجھتے ہیں کیا چیز؟ ”إلى أن تصل من قطعك“ (آپ جوڑیں اس کے ساتھ جس نے آپ کے ساتھ توڑا ہے (یعنی صلہ رحمی))۔

(۲)”وتعطي من حرمك“(اور اسے دیں جو تمہیں محروم کردے)۔

(۳)”وتعفو عمن ظلمك“(اور اسے معاف کردیں جو تجھ پر ظلم کرتا ہے)۔

1-سب سے پہلی چیز صلہ رحمی: "أن تصل من قطعك": رشتے داروں میں جب آپ ان سے صلہ رحمی سے کام لیتے ہیں اور وہ اس رشتے کو کاٹنے کی طرف دوڑتے ہیں تو آپ صلہ رحمی کرتے رہیں یہ نہ کہیں کہ جو جوڑے گا تو میں اس کے ساتھ جوڑوں گا جو صلہ رحمی کرے گا میں بھی صلہ رحمی کروں گا، یہ صلہ رحمی نہیں ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لیسَ الواصِلُ بالمُكافِئِ" (صلہ رحمی کرنے والا مکافئ نہیں ہے (بدلہ کرنے والا نہیں ہے)) "إنَّما الواصِلُ مَنْ إذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وصَلَها" (واصل تو وہ ہے یعنی صلہ رحمی کرنے والا تو صرف وہ شخص ہے جب اس کے رشتے کو توڑا جائے تو وہ اسے جوڑتا ہے)؛ جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث میں آیا ہے۔

تو "واصل "صلہ رحمی کرنے والے کی علامت کیا ہے نشانی کیا ہے؟ اس کی پہچان کیا ہے؟ جب رشتہ اس کے ساتھ توڑا جائے تو وہ اسے جوڑتا ہے۔

اس موضوع پر یہ بہت اہم موضوع ہے صلہ رحمی کا موضوع جو ہے تو میں گزارش کرتا ہوں بھائیوں اور بہنوں سے اور حاضرین اور سامعین سے کہ دو تین احادیث یاد کر لینا۔

ہم محاسن اخلاق کی بات کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں محض اپنے فضل و کرم سے ان تمام چیزوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تو پہلی حدیث صحیح بخاری کی حدیث میں: "لیسَ الواصِلُ بالمُكافِئِ، إنَّما الواصِلُ مَنْ إذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وصَلَها": یہ حدیث یاد کرنی ہے اس میں واصل کی پہچان ہے اور تعریف بھی ہے کہ صلہ رحمی ہوتی کیا ہے اور صلہ رحمی کرنے والا شخص کون ہوتا ہے تا کہ جتنی بھی صلہ رحمی کے تعلق سے فضل اور فضیلت کی احادیث ہیں ان تمام احادیث سے یہ مسلمان جو ہے فائدہ اٹھا سکے۔

دوسری حدیث صحیح مسلم کی حدیث میں آیا ہے بڑی پیاری حدیث ہے میں اکثر ذکر کرتا ہوں اس حدیث کا کہ ایک شخص نے عرض کی اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے؛ بڑا پیارا قصہ ہے عرض کرتا ہے ایک شخص: "فَقالَ: يا رَسُولَ اللهِ": اے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہ میرے کچھ رشتے دار ہیں میں ان سے اپنا رشتہ جوڑتا ہوں صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ توڑتے رہتے ہیں، میں ان کے ساتھ بھلائی سے اور اچھائی سے پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بُرائی سے پیش آتے ہیں، میں بُردباری سے کام لیتا ہوں صبر و تحمل سے کام لیتا ہوں اور وہ مجھ پر جہالت سے کام لیتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "إن كُنْتَ كما قُلْتَ" (اگر واقعی آپ ایسے ہیں جیسا کہ آپ نے کہا ہے) "فَكَأنَّما تُسِفُّهُمُ المَلَّ" (گویا کہ آپ ان کے چہروں پر راکھ پھونک رہے ہیں)؛ راکھ جانتے ہیں راکھ کوئلے کی جو ایک ایش (Ash) جیسے

ہوتی ہے وہ کہ آپ ان کے منہ پر پھونک رہے ہیں اور یہ ذلت اور رسوائی کے لیے لفظ استعمال کیا جاتا ہے یعنی وہ خود ذلیل ہو رہے ہیں آپ کے سامنے آپ ان کو ذلیل کر رہے ہیں آپ کے اس فعل سے جو وہ کر رہے ہیں اور آپ کے اس حسن اخلاق سے جو آپ صلہ رحمی کر رہے ہیں (سبحان اللہ) "فَكَأَنَّمَا" (گویا کہ آپ ان کے چہروں پر ان کے منہ کے اندر) کیونکہ راکھ جو ہے چہروں پر بھی اور منہ کے اندر بھی گویا کہ وہ جو بھی بد کلامی بد زبانی کر رہے ہیں اور رشتے کو توڑنے کی کوشش کر رہے ہیں جو بھی بُرے الفاظ ہیں وہ تو کر رہے ہیں وہ تو حساب بھی ہو گا قیامت کے دن لیکن دنیا میں گویا کہ آپ ان کے منہ کے اندر یہ راکھ پھونک رہے ہیں اور ڈال رہے ہیں۔

اگلی خوشخبری سنیں: "وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلَى ذٰلِكَ" ((بڑی پیاری بات ہے) اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسا مددگار مقرر کر دیا جائے گا جب تک کہ آپ اس پر عمل کرتے رہیں گے)۔

ایک خاص فرشتہ آپ کی مدد کے لیے مقرر کر دیا جائے گا صحیح مسلم کی حدیث ہے اور بڑا پیارا پیغام ہے کہ صلہ رحمی کے لیے صبر و تحمل کی ضرورت ہے حلم بُردباری کی ضرورت ہے، صلہ رحمی آسان نہیں ہے صلہ رحمی کے لیے آپ کو رشتہ جوڑنا ہی پڑے گا اور رشتہ جوڑنے سے مراد جیسا کہ پہلی حدیث میں ہے یہ نہیں ہے کہ اگر وہ جوڑیں گے تو ہم بھی جوڑیں گے، اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر رشتے دار رشتہ جوڑتے ہیں تو ہمارے اوپر فرض ہے ہم جوڑیں اگر وہ توڑتے ہیں تو ہمارے اوپر جوڑنا واجب نہیں ہے۔

اگر رشتے دار رشتہ توڑتا ہے یا توڑنے کی کوشش کرتا ہے یا آپ سے بد تمیزی سے پیش آتا ہے تو آپ نے صبر کرنا ہے اور بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دینا، رشتے کو توڑنے کا بدلہ توڑنے سے نہیں ہوتا کبھی بھی وہ بدلہ ہے مکافی ہے، اور واصل مکافی نہیں ہوتا۔

مکافات کہتے ہیں بدلے کو، رشتے میں بدلے نہیں چلتے رشتے میں صرف ایک ہی قاعدہ اور قانون ہے جوڑنا ہے گویا کہ مشکل ہے لیکن آسان اس کے لیے ہے جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ اور توفیق کسے ملتی ہے؟ جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو من و عن سے تسلیم کرتا ہے۔ پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں "تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ" سے مراد: "أي: كأنما تضع التراب أو الرماد الحار في أفواههم": "مَلّ" جو ہے مٹی کو بھی کہتے ہیں اور راکھ کو بھی کہتے ہیں (Ashes کو) گویا کہ آپ ان کے منہ کے اندر یہ ڈال رہے ہیں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): کہ اہل سنت والجماعت جو ہیں وہ بلاتے ہیں دعوت دیتے ہیں کہ آپ اپنے رشتے کو جوڑے رکھیں اس کے ساتھ جو آپ سے رشتہ توڑتا ہے اور جو رشتہ جوڑتا ہے ظاہر ہے اس کے ساتھ صلہ رحمی مزید من باب اولیٰ زیادہ حق رکھتی ہے کیونکہ جو آپ سے جوڑتا ہے اور وہ آپ کا رشتے دار اور قریب ہے تو اس کے دو حق ہیں، ایک تو قرابت کا حق ہے اور دوسرا مکافات کا حق ہے، ایک تو اس نے رشتہ جوڑا ہے اور پھر وہ آپ کا قریبی بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "مَنْ صَنَعَ إِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافِئُوهُ" (جو آپ کے لیے معروف اور کوئی بھلائی سے پیش آئے یا کوئی اچھا کام کرے آپ کے لیے تو آپ اس کا بدلہ بھی اچھا دو)۔

(یعنی وہ ریوارڈ (Reward) کا حقدار ہے آپ کی طرف سے)۔

تو یہاں پر مکافی بھی ہے وہ اچھا پیش آپ کے ساتھ آیا ہے اس نے حق ادا کیا ہے صلہ رحمی کا تو یہ زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کے ساتھ مزید بہترین طریقے سے صلہ رحمی کی جائے (سبحان اللہ)۔

2- پھر ہے "وتعطي من حرمك": جو آپ کو محروم کرے کسی چیز سے آپ سے کسی خیر کو روک دے تو آپ یہ نہ کہیں کہ اس نے مجھے منع کیا ہے یا مجھے روکا ہے یا مجھے محروم کیا ہے تو میں بھی اسے نہیں دیتا ہوں یا میں بھی اسے محروم کر دیتا ہوں۔

دیکھیں بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں ہوتا ہم بات کر رہے ہیں محاسن اخلاق کی، بات کر رہے ہیں اہل سنت والجماعت اور ایک سچے اور پکے مسلمان کی پہچان کی؛ جو سچا اور پکا مسلمان ہے اس کی سچائی کی اساس ایمان ہے تو ایمان جو ہے جیسے میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ جتنا مضبوط ہوتا ہے اتنا ہی وہ آپ کی زبان پر آپ کے قول و فعل میں اور آپ کے کردار میں نظر آتا ہے، تو اس لیے جو آپ کو کسی خیر سے روکے آپ نے اُس کے خیر کو نہیں روکنا۔ کوئی آپ کو نصیحت کرتا ہے اُس نے نہیں نصیحت کی آپ کو آپ کہتے ہیں کہ یہ تو نہیں کرتا میں بھی نہیں کرتا ہوں۔ کوئی آپ کو تحفے دیتا تھا روک دیئے ہیں آپ کہتے ہیں وہ نہیں دیتا میں بھی نہیں دیتا ہوں جبکہ حدیث میں کیا آیا ہے؟ ایک دوسرے کو تحفے دیا کرو محبت بڑھتی ہے تحفے دینے سے۔

شریعت نے مسلمانوں کا آپسی جو رشتہ ہے اسلام کا اور اخوت کا جو اسلام کی اخوت ہے بھائی چارا ہے اسے مضبوط کرنے کا ہر راستہ آسان کیا ہے اور مہیا فرمایا ہے، اور اس سے دور ہونے کے ہر راستے کا سدّباب کیا ہے، تو یہ ممکن نہیں ہے کہ اگر کوئی مسلمان بھائی آپ کو کسی چیز سے محروم کر دے، یا روک دے یا منع کر دے تو آپ بھی اُس خیر سے اُسے منع کر دو۔

درس پر جانا ہے آپ کو ساتھ لے کر آتے تھے یا آپ کو فون پر بلاتے تھے ایک ساتھ آتے تھے اُس نے آنا چھوڑ دیا آپ نے پوچھنا بھی چھوڑ دیا کہ کیونکہ وہ نہیں پوچھتا میں کیوں پوچھوں، نہیں ہو سکتا یہ! یہ مومن کے اخلاق میں سے نہیں ہے، اور جو رشتے دار ہوتے ہیں وہ زیادہ حق رکھتے ہیں۔

اگر بچے ہیں، آپ کے بھائی ہیں یا آپ کے رشتے دار ہیں، آپ کی بہنیں ہیں اگر کبھی کوئی جھگڑا ہو جائے ناراضگی ہو جائے اور آپ اُن کے لیے کوئی خیر عمل کرتے ہیں، آپ ان کو کوئی تحفے تحائف یا کچھ آپ دیتے ہیں آپ وہ روک لیتے ہیں یہ اچھی بات نہیں ہے۔

اور پہچان کیا ہے؟"وتعطي من حرمك": جو آپ کو نہیں دیتا ہے روکتا ہے آپ اسے بھی دیتے ہیں (سبحان اللہ)۔

3-اور تیسرا ہے جو سب سے مشکل ہے"وتعفو عمن ظلمك": اور آپ اسے معاف کر دیتے ہیں جو آپ پر ظلم و ستم کرتا ہے۔

آپ کی حق تلفی ہو گئی ہے حق تلفی کی ہے کسی نے چاہے زیادتی سے یا واجب جو اُس پر تھا اُس پر کمی کوتاہی سے تو فرض تھا اس پر واجب تھا آپ کی طرف اس میں اس نے کمی کوتاہی کی ہے نہیں کر سکا یا نہیں اس نے کیا نہیں کرنا چاہا یا آپ پر ظلم و زیادتی کی ہے تو اس کا بدلہ کیا ہونا چاہیے؟ ظلم کا بدلہ ظلم ہے گنجائش کہیں پر شریعت میں؟ نہیں ہے۔

گالی کا جواب گالی سے نہیں دیا جاتا، بدتمیزی کا جواب ظلم کا جواب زیادتی کا جواب زیادتی ظلم سے گالی سے نہیں دیا جاتا کبھی، معاف کر دیا جاتا ہے اگر معاف کرنے میں خیر ہے اور بھلائی ہے۔

چند چیزیں شیخ صاحب نے بیان کی ہیں بڑی پیاری ہیں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو آپ کے حق کی حق تلفی کرتا ہے چاہے زیادتی سے ہو یا واجب میں کوتاہی سے ہو کیونکہ ظلم جو ہے وہ دو چیزوں پر قائم ہوتا ہے ایک ظلم و زیادتی اور دوسرا حق تلفی، یا تو وہ زیادتی کرے گا آپ کو مارنے سے یا آپ کا مال چھیننے سے یا عزت اور آبرو پر حملہ کرنے سے، یا دوسری طرف آپ کو کسی خیر سے روک دے گا اور آپ کا جو حق تھا وہ آپ کو نہیں دے گا حق تلفی سے کام لے گا۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: انسان کا کمال (یعنی مسلمان کا کمال) جو ہے"أن يعفو عمن ظلمه"(وہ جو اس پر ظلم کرتا ہے اسے معاف کر دے)۔

لیکن معافی کب ہوتی ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں:"ولكن العفو إنما يكون عند القدرة على الإنتقام"(جب آپ بدلہ لینے پر قادر ہوتے ہیں تب آپ معاف کرتے ہیں لیکن اگر آپ کو طاقت ہی نہیں ہے انتقام کی)۔

مجبوری میں تو سب ہی معاف کر دیتے ہیں ایسا ہی ہوتا ہے نا؟ ایک انسان معاف نہیں کرنا چاہتا لیکن اس کے پاس کوئی چارا نہیں ہے وہ بدلہ لینا چاہتا ہے چاہے ظلم ہی سہی زیادتی ہی سہی لیکن اس کی حیثیت نہیں ہے وہ اس قابل ہی نہیں ہے اس کے پاس طاقت اور قدرت ہے ہی نہیں کہ وہ بدلہ لے (سبحان اللہ) کیا اس کو اُجر ملے گا؟ کیا محاسن اخلاق میں سے ہے؟ ہر گز نہیں!

معاف کرنا کب فضیلت ہوتا ہے؟ جب انسان بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہو پھر اللہ کے لیے وہ معاف کر دیتا ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: پہلے تو یہ ہے کہ جو معاف کرتا ہے یعنی ایک تو مجبور نہیں کر سکتا تو کوئی حیثیت نہیں اس کی ہے اس کی لیکن جو بدلہ لے بھی سکتا ہے طاقت بھی رکھتا ہے لیکن نہیں کرتا اور معاف کر دیتا ہے آپ دیکھیں اس کا فائدہ جو ہے:

(۱) سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی امید رکھتا ہے اور رحمت کی امید رکھتا ہے کیونکہ جو معاف کرتا ہے اور اصلاح سے کام لیتا ہے تو اس کا اُجر اللہ تعالیٰ پر ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾(الشوریٰ:40)۔

(۲) دوسرا، تاکہ آپ اور آپ کے دوست اور بھائی کے بیچ میں محبت قائم رہے، اگر بُرائی کا بدلہ بُرائی سے لیا جائے تو پھر بُرائی بڑھتی جائے گی دونوں کے بیچ میں لیکن اگر بُرائی کا بدلہ احسان سے اور بہتر طریقے سے آپ بدلہ لیتے ہیں تو احسان آپ کی طرف واپس لوٹ کر آئے گا یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے اُجر سے محروم نہیں کرے گا اور اس کی بھلائی آپ کو دنیا میں ہی مل جائے گی آخرت سے پہلے، اور دوسری طرف آپ کا جو یہ بھائی یا دوست ہے جو بُرائی سے آپ کے ساتھ پیش آرہا ہے تو وہ شرمندہ ضرور ہو گا تو آپ کو کیا نقصان ہوا ہے ؟!

آپ دیکھیں احسان کرنے والا کبھی شرمندہ نہیں ہوتا کبھی رسوا نہیں ہوتا احسان کرنے والا ہمیشہ اوپر ہی ہوتا ہے احسان کرنے والا ہمیشہ سرخرو ہوتا ہے عزت والا ہوتا ہے لیکن دوسری طرف جس پر احسان کیا جارہا ہے اور وہ احسان کے بدلے بُرائی سے کام کر رہا ہے احسان کا بدلہ برائی سے دے رہا ہے یقیناً وہ شرمندہ ہوتا ہے جیسے بھی ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): ﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ﴾ (بھلائی اور بُرائی کبھی برابر نہیں ہیں) ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ (معاملے کو رفع دفع کرو بہترین اُحسن طریقے سے): نتیجہ کیا ہو گا؟ ﴿فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝۳۴﴾ (پس آپ اور جس کے بیچ میں عداوت ہے دشمنی ہے گویا کہ وہ آپ کے لیے سب سے اچھا دوست ثابت ہو گا)(فصلت:34)۔

﴿وَلِيٌّ حَمِيْمٌ﴾: جگری دوست، جانی دوست کچھ بھی نام لے لیں سب سے اچھا دوست ﴿وَلِيٌّ حَمِيْمٌ﴾ جو دل سے آپ سے محبت کرے گا اور اُس دوستی کا حق ادا کرے گا۔ تھوڑی دیر پہلے کیا تھا یہ ؟ دشمن تھا۔ یہ دشمن آپ کا سب سے اچھا دوست کیسے بن گیا؟ آخر وہ کیا راز ہے جس کی وجہ سے آپ کا دشمن ہی آپ کا دوست بن گیا؟ ﴿اَحْسَنُ﴾ کا لفظ دیکھیں نا کیا کمال ہے اس لفظ میں، لفظ ﴿اَحْسَنُ﴾ خوبصورت ہے نا حسن و جمال اس لفظ میں شامل ہے۔

مسئلہ ہو گا مسائل ہوں گے، مخالفت ہو گی زیادتی ہو گی آپ کی بات نہیں مانی جائے گی آپ کی اچھی بات کو بُرا کہا جائے گا آپ کو بُرا کہا جائے گا، گالیاں دیں گے معاشرے میں ہر بندہ آپ کے ساتھ نہیں چلے گا مخالفت ہو گی آپ کے اپنوں سے ہو گی کرنا کیا ہے ؟! اگر آپ خیر چاہتے ہیں اس کا ایک راستہ ہے معافی کا راستہ۔

دوسری طرف ایک راستہ ہے اگر آپ انصاف چاہتے ہیں انصاف کیا ہے؟ ایک ہے فضل، ایک ہے انصاف، ایک ہے ظلم اور زیادتی؛ ظلم اور زیادتی تو حرام ہے اس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں ہے، انصاف آپ کا حق ہے، فضل اور احسان جو ہے یہ آپ کا کمال ہے، دیکھیں کہ آپ اور ہم کہاں پر ہیں۔

آپ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے لینا چاہتے ہیں اس کی ایک شرط ہے کیا ہے؟ ﴿وَجَزَآؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾(الشوریٰ:40): بُرائی کا بدلہ برائی سے لینا ہے تو مثل ہونا چاہیے اوپر نیچے نہیں ہونی چاہیے۔ اور آپ کے لیے دشوار ہو مشکل ہو تو پھر بہترین راستہ کیا ہے؟ "العفو والاحسان"، اور عفو احسان والے کبھی مار نہیں کھاتے واللہ!

سب سے بڑا ثبوت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام اور صحابہ کی زندگی میں دیکھیں آپ ان کی سیرت میں دیکھ لیں آپ۔ یعنی ابوسفیان جو ایک وقت میں سب سے بڑا دشمن تھا اور جنگ احد میں پورے لشکر کا سردار تھا اور مدینہ پر حملہ وار ہو گیا۔ حملہ کیا کرنا تھا؟ کہ کسی کو چھوڑنا نہیں ہے سب کو قتل کرنا ہے۔

اسی جنگ میں خالد بن ولید، عکرمہ بن ابی جہل دائیں طرف ایک جھنڈا، دوسری طرف بائیں طرف دوسرے کے ہاتھ میں جھنڈا وحشی سیدنا حمزہ کا قاتل ہند جس نے حکم دیا سیدنا حمزہ کے قتل کا یہ سارے ایک وقت میں کیا تھے؟ اور پھر ایک وقت آیا جب اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کلمہ پڑھنے کی تو صحابہ نے اپنے سینے سے لگایا وہ بھی جو عداوت تھی سب ختم ہو گئی ایک لمحے میں جو غیظ اور غصہ تھا سب ٹھنڈا اللہ کے لیے ہو گیا (سبحان اللہ)۔

الغرض؛ دلیل اس آیت کریمہ میں ہے: ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾۔

المیہ یہ ہے اور سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ ہم بات کر رہے ہیں عام مسلمانوں کی عام لوگوں کی، بعض لوگ اپنے سب سے اچھے دوست کو کھو بیٹھے ہیں سب سے اچھے رشتے دار کھو بیٹھے ہیں اور توڑ بیٹھے ہیں! دشمن آپ کا سب سے اچھا دوست ہو سکتا ہے تو آپ کا سب سے اچھا دوست آپ کا دشمن کیسے بن گیا؟! آپ کا سب سے قریبی رشتے دار آپ سے ناراض اور خفا کیوں ہے؟! آپ کے والدین آپ کو کیوں بددعا دیتے ہیں؟! (نعوذ باللہ)۔

واللہ! سب سے بڑی ناکامی اگر ہے اس دنیا میں شرک اور کفر کے بعد وہ والدین کی لعنت اور والدین کی بددعا ہے کیسا مسلمان ہے کہ والدین اسے بددعا دیتے ہیں؟! وہ زندہ کیسے رہتا ہے پھر وہ سانسیں کیسے لیتا ہے؟! وہ تنگی محسوس کیوں نہیں کرتا؟! اسے پریشانی کیوں نہیں ہوتی جانتے ہیں کیوں؟ دل مرا ہوا ہے! سینے میں دل ہوتا ہے تب انسان کو پتہ چلتا ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے اور

کون ہے، جب اللہ تعالیٰ اس کے دل سے یہ صلاحیت ہی چھین لیتا ہے زندگی کی تو ایسے لوگ وہ ہوتے ہیں جو ہوتے تو زندہ ہیں لیکن حقیقت میں مردہ ہوتے ہیں (نعوذ باللہ)۔

الغرض، سامنے آپ کے دو راستے ہیں، ایک راستہ ہے کہ دشمنوں کو آپ دوست بنالیں، دوسرا اس کے برعکس ہے کہ آپ اپنے پیارے دوستوں کو اور قریبی رشتے داروں کو ناراض کر کے دور کردیں۔

آپ نے کرنا ایک کام ہے کیا کرنا ہے؟ ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ جیسا کہ پڑھنا آسان ہے اس پر عمل کرنا اتنا ہی مشکل ہے (اِلَّا من رحم اللہ سبحانہ وتعالیٰ)۔

بیوی ہے غلطی ہوگئی ہے کیا کرنا ہے؟ بدلہ لینا ہے۔ زیادتی کا بدلہ زیادتی سے نتیجہ کیا نکلے گا کوئی سکون ہوگا؟! اپنے گھر کو آپ نے خود ہی خراب کرنا ہے اور کیا ہے؟!

لمٹس (Limits) ہیں حدود ہیں اس کے اندر رہیں کبھی پار ہوگئی سمجھائیں، نہیں سمجھتی تو بہترین راستہ ہے نا: ﴿فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ﴾ (البقرة:229)۔

میرے بھائی! زیادتی کہاں پر ہے بیچ میں مجھے بتائیں کہیں پر زیادتی کا لفظ ہے؟! معروف ہے بھلائی ہے احسان ہے یہ سب آپ کو ملے گا رشتے داری میں ازدواجی رشتے میں دوستوں میں مسلمانوں کے بیچ میں یہ زیادتی کہاں سے آگئی ہمارے بیچ میں؟! یہ نفرتیں کہاں سے آگئیں ہمارے بیچ میں؟!

جانتے ہیں خلل کہاں پر ہے جس کی ہم بات کر رہے ہیں؟ کیوں ان مسائل کا تعلق عقیدے سے ہے اور ایمانیات سے ہے؟ کیونکہ اصل بنیاد ایمان ہے کوئی سوچتا ہے کہ بھئی ہم مسائل پڑھ رہے ہیں عقیدے کے کتاب عقیدے کی ہے عقیدۃ الواسطیۃ اور بیچ میں یہ اخلاق کہاں سے آگئے؟!

"وتعفو عمن ظلمك": یہ بات کہاں سے آگئی اس کا عقیدے سے کیا تعلق ہے؟ ہے تعلق کہ نہیں؟

صحیح عقیدہ ہے تو کامل ایمان ہونا چاہیے، کامل ایمان ہے تو کامل اخلاق ہونے چاہئیں، جب کامل اخلاق ہے تو پھر ظلم اور زیادتی کہاں پر بیچ میں آگئی؟! سوال نہیں پیدا ہوتا!

اس لیے مسلمان کو اور خصوصی طور پر جو اہل سنت والجماعت ہیں وہ جیسا کہ اپنے ایمان کو اور عقیدے کو بہتر کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں ہمیشہ اپنے منہج کو درست کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں اور ہمیشہ توحید اور سنت اور منہج السلف کی بات کرتے

رہتے ہیں وہ اپنے اخلاق کو بھی دیکھتے رہتے ہیں کہ ہمارے اخلاق کیسے ہیں ہمارا رہن سہن کیسا ہے، ہم اپنے گھر والوں کے ساتھ کیسے ہیں، اپنی بیوی کے ساتھ بچوں کے ساتھ کیسے ہیں، رشتے داروں کے ساتھ کیسے ہیں یہاں تک کہ جو ہمارے مخالفین ہیں ان کے ساتھ ہمارا کیا طریقہ اور کیا رویہ ہے، جب وہ ظلم اور زیادتی سے کام لیتے ہیں تو ہم بھی کیا وہی بدلہ ان سے لیتے ہیں اور وہی طریقہ اپناتے ہیں جھوٹ بولا ہم بھی جھوٹ بولیں! ہر گز نہیں!

کیا حل ہے اس کا؟ کہ بُرائی کا بدلہ ہمیشہ بھلائی سے دیا جاتا ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: ''فالعفو عند المقدرة''(معافی جو ہے وہ طاقت کے ساتھ ہوتی ہے)''من سمات أهل السنة والجماعة''(یہ اہل سنت والجماعت کی پیاری خصلتوں میں اور صفات میں سے ہے (سمات اور صفات ملتے جلتے لفظ ہیں معنی ایک ہی جیسا ہے))،

لیکن اس کی ایک شرط ہے یعنی معافی کرنے کی دو چیزیں ہیں:

(۱) ایک تو قدرت ہونی چاہیے بغیر قدرت کے معافی مجبوری ہوتی ہے اور اس کا اُجر اس کا فائدہ اتنا نہیں جتنا کہ آپ طاقت کے ساتھ کسی کو معاف کرتے ہیں۔

(۲) دوسری چیز جو ہے کہ اصلاح کا پہلو لازمی ہونا چاہیے، اگر آپ کے معافی کرنے میں اصلاح نہیں ہے اور فساد برپا ہوتا ہے تو معاف مت کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَمَنۡ عَفَا وَاَصۡلَحَ﴾ (الشوریٰ:40)؛

تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کو جوڑ دیا ہے معافی کو اور اصلاح کو، اور اہل سنت والجماعت دعوت دیتے ہیں معافی کی طرف جب یہ شرطیں مکمل ہوں۔

اگر کسی کو معاف کرنے میں اس کی اصلاح ہوتی ہے اور معاشرے میں اس کی اصلاح ہوتی ہے تب تو معاف کرنا چاہیے لیکن اگر اس کو معاف کرنے میں کوئی بُرائی یا کوئی فساد برپا ہوتا ہے تو معاف نہیں کرنا چاہیے، اور ہم کہیں گے کہ آپ ایسے شخص کو معاف نہ کریں۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک مجرم ہے جرم کرتا رہتا ہے آپ پر اس نے ظلم و زیادتی کرلی ہے آپ اگر اسے معاف کر دیتے ہیں تو پھر وہ اپنے جرم کو جاری رکھے گا کسی اور کو نقصان پہنچائے گا تو ایسی صورت میں آپ اس معاف نہ کریں اور جو شرعی سزا ہے اسے ملنی چاہیے کیونکہ اصلاح کس چیز میں ہے اس کی سزا میں یا اس کی معافی میں ہے؟ اس کی سزا میں ہے کیونکہ سزا ملنے سے اکثر لوگ سدھر جاتے ہیں۔

کہتے ہیں نا کہ لاتوں کے بھوت ہاتھوں یا باتوں سے نہیں مانتے کچھ ایسے ہوتے ہیں، جرم کا بھوت سوار ہوتا ہے نہیں اترتا جب تک کہ اس کو سزا نہ ملے تو ایسے لوگوں کا کیا کرنا چاہیے معاف کرنا چاہیے تاکہ اس کا بھوت اور مضبوط ہو جائے یا بھوت کو نکالنے کی آپ مدد کریں گے اس کی؟! تو ایسے بھوتوں کو نکالنا چاہیے اور جو سزا کے حقدار ہوتے ہیں ان کو سزا ملنی چاہیے، تو معافی کے لیے یہ شرط ہے کہ اصلاح کا پہلو اس میں شامل ہو۔

تو یہاں پر شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ معاف نہ کرنا بہتر ہے بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ یہاں پر معاف نہ کرنا واجب ہے ایسی صورت میں۔

اتنا کافی ہے اگلے درس میں کیونکہ ایک بڑی پیاری بات ہے اور اہم چیز رہ گئی ہے صلہ رحمی کے تعلق سے وہ ہے:

"ويأمرون ببر الوالدين" (اور حکم دیتے ہیں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا)، اگلے درس میں یہاں سے درس کا آغاز کریں گے ان شاء اللہ (واللہ اعلم)۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (115.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio